معذور افراد کے حقوق تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں

عبدالغفار*

معذوریت ایک جامع اور وسیع اصطلاح ہے۔ اردو زبان میں معذوری کا لفظ دماغی و جسمانی عیب اور نقص ظاہر کرنے لیے استعمال ہوتا ہے۔ معاملات زندگی انسانی جسم کی جزوی یا کلی عدم صلاحیت سے متاثر ہوتے ہیں اور معذور فرد معاشرے کے دوسرے افراد کے مدمقابل برابری کی سطح پر کام کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اس معنوی وسعت کے اعتبار سے وہ تمام افراد جو کسی شرعی عذر کی بنا پر دینی احکام پر عمل نہ کر سکتے ہوں اور اس ضمن میں انہیں بعض رخصتیں حاصل ہوں تو انہیں معذور کہا جاتا ہے۔ برطانوی قانون برائے معذور افراد میں معذوری کو اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

"Impairment which has a substantial and long term advorse effect on a person's ability to carry out normal day -to-day activities" (I)

''ایک ایسا جسمانی یا دماغی عارضہ جو انسان کے روزانہ کے معمولات زندگی انجام دینے کی اہلیت وصلاحیت پر گہرے اور دیرپا اثرات مرتب کرے۔''

معذوریت کے تناظر میں مذکورہ بالا تعریف جامع، موثر اور قابل عمل ہے۔ اس میں وہ تمام بیماریاں جو انسانی معمولات وفرائض زندگی کو متاثر کرنے کی حد تک بڑھ چکی ہوں معذوریت میں شمار کی جائیں گی۔ مثلاً شوگر، بلڈ پریشر، کینسر وغیرہ۔ یا ایسا جسمانی عارضہ یا پیدائشی نقص جو انسان کے خواص، احساسات، سماعت، بصارت یا سوچنے سمجھنے کی صلاحیت اس قدر متاثر کر دے کہ انسان کیلئے اپنا وجود قائم رکھنا مشکل ہو جائے۔

اپاہج اور مفلوج کی اصطلاحات اب متروک ہیں کیونکہ یہ اصطلاحات معذور زندگی کے لیے ایک مکمل ناکارہ پن کا فہم دیتی ہیں اور معذور افراد میں احساس کمتری اور احساس محرومی پیدا کرتی ہیں۔ قرآن کریم نے معذوری کا اظہار اشارہ وکنایہ کے اسلوب سے کیا ہے اور قرآن کریم میں مذکورہ اصطلاحات بعینہ وہ ہی ہیں جو آج کی جدید دنیا معذوریت کے تناظر میں استعمال کر رہی ہیں۔ ارشاد باری تعالی ہے:

لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ

* لیکچرر شعبہ علوم اسلامیہ، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور، پاکستان

وَأَنفُسِهِمْ (۲)

اپنی جانوں اور اموال سے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے مومن اور بغیر عذر کے بیٹھ رہنے والے مومن برابر نہیں۔

انگریزی میں" اولی" کا ترجمہ (Persons) کے لفظ سے ادا ہوتا ہے اور " الضرر" کا ہم پلہ لفظ Difficult ہے لہذا " اولی الضرر" کا صحیح انگریزی ترجمہ Persons with difficulities ہوگا۔ اقوام متحدہ کی معذوریت سے متعلق تمام دستاویزات میں معذور افراد کو Persons with difficulties لکھا گیا ہے۔ اور اسی طرح برطانوی قوانین و دستاویزات میں بھی معذور افراد کے لئے یہی اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔ (۳)

ارشاد ربانی ہے:

لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ وَلاَ عَلَى الْمَرْضَى وَلاَ عَلَى الَّذِيْنَ لاَ يَجِدُونَ مَا يُنفِقُونَ حَرَجٌ إِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُولِهِ (۴)

" اور ان لوگوں پر جو کمزور، بیمار اور جن کے پاس زادراہ نہیں کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ وہ خلوص دل کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ وفادار ہوں"

الضعفاء کا اردو ترجمہ عمر رسیدہ اور صحت کے لحاظ سے کمزور اشخاص اور انگریزی زبان میں "week people" ہے۔ لیکن week people کے الفاظ الضعفاء کا وہ فہم نہیں دیتے جو قرآن کریم کی اصل مراد ہے۔ لہذا اس لفظ کا درست ترجمہ Persons with difficulities/disabilities ہی ہوگا۔ سورہ نساء میں اللہ تعالی نے ان لوگوں کو سخت وعید سنائی ہے۔ اور ان کو ظالم قرار دیا جنہوں نے ہجرت کے تاکیدی حکم کے بعد بغیر عذر کے ہجرت نہیں کی تھی۔ ارشاد باری تعالی ہے:

إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ لاَ يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَلاَ يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلاً (۵)

کمزور مرد و خواتین اور بچوں کو اس وعید سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔ کمزور سے مراد صحت کے لحاظ سے کمزوری، راستے سے بے خبری یا زادراہ کی عدم دستیابی وغیرہ شامل ہیں۔ واقعات اور روایات سے پتہ چلتا ہے کہ ہجرت نہ کرنے والوں میں نابینا اور لنگڑے افراد بھی شامل تھے۔ لہذا اس اصطلاح کا ترجمہ بھی Persons with difficulities/disabilities ہی مناسب اور درست ہے۔

قرآن کریم نے معذور افراد کے لیے فقیر کی اصطلاح بھی استعمال کی ہے۔ إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا...... (۶)

آیت مذکورہ میں زکاۃ کے آٹھ مصارف بیان ہوئے ہیں جن میں سے پہلا مصرف ''فقراء'' کا ہے۔ معاشیات کی اصطلاح میں فقیر سے مراد وہ شخص ہے جس کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹی ہوئی ہو اور جس شخص کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ جائے اس کے جسم کا نچلا حصہ مفلوج (معذور) ہو جاتا ہے اور وہ شخص اکتساب معاش کے قابل نہیں رہتا لہٰذا عربی لغت میں لفظ ''فقیر'' کا اصل اطلاق معذور افراد پر ہوتا ہے۔

اسلام میں معذوریت کے اصول:

معذوریت سے متعلق اسلام سب سے پہلا جو انسانی اصول وضع کرتا ہے وہ یہ کہ ''تمام انسان انسانیت میں برابر ہیں'' ۔ قرآن کریم نے تمام انسانوں کو برابر قرار دیا ہے اور تقویٰ کو باعث شرف وعزت قرار دیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر بطور خاص فرمایا:

أيها الناس ألا إن ربكم واحد وإن أباكم واحد إلا لا فضل لعربي على أعجمي ولا لعجمي على عربي ولا لأحمر على أسود ولا أسود على أحمر إلا بالتقوى۔ (۷)

''اے لوگو تمہارا رب اور تمہارا باپ ایک ہی ہے ،تو کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر، کسی گورے کو کالے پر اور کالے کو گورے پر ماسوائے تقویٰ کی بنیاد پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ''۔

برابری کا یہ اصول اسلام کے نظریہ معذوریت کی اساس ہے۔ ان کے ساتھ محض معذوری کی بنیاد پر کسی قسم کا غیر امتیازی سلوک نہیں رکھا جائے گا۔ معذور افراد کے ساتھ ''حسن سلوک'' اسلام میں معذوریت کا دوسرا بنیادی اصول ہے۔ اسلام میں معذور افراد کے ساتھ حسن سلوک رحم وترس کا نتیجہ نہیں بلکہ اس حق کا نتیجہ ہے جو ان کی زندگی کو عام افراد کے برابر لانے کے لیے قوم اور معاشرے کے ذمہ ہے۔ لہٰذا معذور افراد کے حقوق ان ضروریات کا نتیجہ ہیں جو معذوری کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ ہم روایتی طور پر معذوریت کا جو معنی مراد لیتے ہیں وہ ''مکمل نا کارہ پن'' ہے۔ لیکن اسلام اس سے ضعیف و ناتواں مراد لیتا ہے۔ یعنی معذور آدمی کام کرنے کے قابل ہوتا ہے۔ لیکن اس میں صلاحیت کم ہو جاتی ہے۔ یا ایک کام کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی مگر دوسرے کام کرنے کی صلاحیت بدرجہ اتم موجود ہوتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے پہلی مرتبہ معذوریت کے اس اصول کو متعارف کروایا۔ عرب معذوریت کے لفظ سے مکمل نا کارہ پن مراد لیتے تھے لیکن قرآن حکیم نے غزوہ تبوک میں معذوری کی وجہ سے شامل نہ ہونے والے افراد کو "ضعفاء" کا نام دے کر جہاد سے مستثنیٰ قرار دیا ہے یعنی زندگی کا ایک فریضہ ادا نہیں کر سکتے تو کیا ہوا دوسرے فرائض زندگی تو ادا کر سکتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے معذور افراد کے لئے ضعیف کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ معاذ بن جبلؓ مدینہ کی نواحی بستی کی ایک مسجد میں امامت کرواتے تھے اور لوگوں کو بہت لمبی نماز پڑھاتے تھے۔ایک شخص طوالت نماز کی وجہ سے نماز چھوڑ کر چلا گیا۔اس بات کی اطلاع رسول اللہ ﷺ کو ہوئی تو آپؐ معاذ بن جبلؓ سے ناراض ہوئے اور فرمایا:۔

كان معاذ ابن جبل يصلى مع النبى ﷺ ثم يرجع فيوم قومه، فصلى العشاء فقرأ بالبقرة، فانصرف الرجل فكان معاذ يناول منه فبلغ ذلك النبى ﷺ فقال: (فتان، فتان، افتان) ثلاث مرار أو قال: (فتنا،فتنا،فتنا) ، وأمره بسورتين من أوشط المفصل قال عمرو: لا أحفظهما۔(۸)

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے معاذ نماز مختصر پڑھایا کرو کیونکہ نماز میں بوڑھے بھی ہوتے ہیں بیمار بھی، ضعیف (معذور) بھی ہوتے ہیں اور حاجت مند بھی۔بخاری شریف کی مذکورہ بالا حدیث کے متصل بعد متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں جن میں یہ بات تفصیلاً اور وضاحت کے ساتھ بیان کی گئی ہے کہ نماز میں معذور اور کمزور افراد کی رعایت کی جائے اور نماز ہلکی پڑھائی جائے۔حدیث کے الفاظ ہیں:''فإنّ فيهم الضعيف والكبيروذا الحاجة'' ہم اردو میں بوڑھے آدمی کے لیے ضعیف کا لفظ استعمال کرتے ہیں جبکہ عربی میں الکبیر کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور قرآن وحدیث میں بھی بوڑھے آدمی کے لیے الکبیر کی اصطلاح ہی استعمال ہوئی ہے۔مذکورہ حدیث میں بوڑھے، بیمار اور ضرورت مند افراد کو نکال کر معذور افراد کی کیٹگری ہی رہ جاتی ہے۔جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ضعیف سے مراد معذور افراد ہی تھے اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ قرآن حکیم نے معذور افراد کے لیے جو''ضعفاء'' کی اصطلاح استعمال کی ہے۔یہ اس بات پر مضبوط قرینہ ہے کہ اس حدیث میں ضعیف سے مراد معذور افراد ہی ہیں۔

اسلام معذور افراد کے ساتھ رحم پرسی کی اپیل نہیں کرتا بلکہ ان کے ساتھ رویہ بہتر کرنے کی ضرورت کی ہدایت کرتا ہے اور ان کے ساتھ معاشرہ کی ناانصافی کی مذمت بھی کرتا ہے اور فرد کے ذمہ دوسرے فرد کے جو حقوق ہیں انہیں ادا کرنے کا حکم دیتا ہے نہ صرف حقوق کی ادائیگی پر زور دیا بلکہ اس سلسلے میں اخلاقی ہدایات بھی دی ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّن نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ وَمَن لَّمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (۹)

کسی کو برے لقب اور نام سے نہ پکارو ایمان لانے کے بعد برے القاب سے پکارنا برا کام ہے۔آیت مبارکہ میں کسی شخص کو اس کے جسمانی عذر کا نام لیکر پکارنے سے منع کیا گیا ہے۔مثلاً کسی کو لولہا، لنگڑا، اندھا، کانا کہنا برا لقب اور برا نام ہے اور انتہائی قبیح فعل ہے۔یہی وجہ ہے قرآن کریم نے جو معذور افراد کے لئے جو اصطلاحات استعمال کی ہیں وہ صرف افراد کے جسمانی عذر کو بیان نہیں کرتیں۔مثلاً سورہ النساء میں" اولی الضرر تکلیف والے لوگ" سورہ الذاریات آیت نمبر19 میں" المحروم" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔جس کا عام معنی مفلس اور نادار لوگ ہیں۔لیکن اس سے جسم کے کسی حصے/عضو سے محروم شخص کے معنی بھی مترشح ہوتے ہیں۔سورہ توبہ آیت نمبر 91 میں الضعفاء کا لفظ استعمال کیا ہے۔قرآن حکیم نے اس اصطلاح کو معذور افراد کے لئے استعمال کیا ہے۔قرآن کریم نے ایک اخلاقی ہدایت یہ بھی دی کہ اگر معذور افراد دین کی سمجھ بوجھ اور حق کی طلب رکھتے ہوں تو وہ اللہ کے نزدیک ایک طاقتور اور معاشرے کے معزز فرد ہیں اور اسلام کے لئے مفید اور دولت اسلام کے لئے قیمتی اثاثہ ہیں۔یہی وہ نکتہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے سورہ عبس کے آغاز میں رسول اللہ ﷺ کو دعوت دین کا صحیح طریقہ سمجھاتے ہوئے بیان فرمایا:

عَبَسَ وَتَوَلّٰی۔أَن جَاءَهُ الْأَعْمٰی۔وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّهُ يَزَّكّٰی۔أَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنفَعَهُ الذِّكْرٰی (۱۰)

تیوری چڑھائی اور بے رخی برتی اس بات پر کہ وہ اندھا اس کے پاس آگیا اور تمھیں کیا خبر شاید وہ سدھر جائے....الخ

عین اس وقت جب آپ ﷺ سرداران مکہ کو دعوت دین پیش کررہے تھے تو ایک نابینا شخص عبد اللہ ابن ام مکتومؓ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ سے کچھ پوچھنا چاہا تو آپ ﷺ نے اپنا رخ اس خیال سے موڑ لیا کہ میں اس وقت جن لوگوں کو راہ راست پر لانے کی کوشش کررہا ہوں اگر ان میں کوئی ایک بھی ہدایت پالے تو اسلام کی تقویت کا بڑا ذریعہ بن سکتا ہے بخلاف ابن ام مکتوم کے جو ایک نابینا ہے اور اپنی معذوری کے باعث اسلام کے لئے اس قدر مفید ثابت نہیں ہوسکتا جس قدر سرداروں میں کوئی مسلمان ہوکر مفید ہوسکتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا معذور افراد کے ساتھ رویہ :

غزوہ تبوک کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے غزوہ میں شریک صحابہ سے ارشاد فرمایا:

ان أقواما بالمدينة خلفنا ما سلكنا شعبا ولا واديا اِلّا وهم معنا فيه ،حبسهم العذر.(۱۱)

مدینہ میں کچھ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے سفر تبوک میں تمھارے ساتھ کوئی وادی/گھاٹی عبور نہیں کی لیکن وہ اس سفر میں تمھارے ساتھ ہیں۔صحابہ کرام نے عرض کیا وہ لوگ تو مدینہ میں ہیں۔ہمارے ساتھ کیسے؟ آپ ﷺ

جواباً ارشاد فرمایا کہ انہیں سفر جہاد سے معذوری نے روکے رکھا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے عبد اللہ ابن ام مکتومؓ نابینا صحابی کو متعدد بار مدینہ کا گورنر مقرر فرمایا اور مسجد نبوی کی امامت کے فرائض سونپے۔ ایک مرتبہ عبد اللہ ابن ام مکتوم نے گھر میں نماز ادا کرنے کی اجازت طلب کی تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں اس کی اجازت نہ دی۔ (۱۲)

مذکورہ حدیث سے جہاں نماز باجماعت کی فرضیت اور اہمیت واضح ہوتی ہے وہاں اس بات کی طرف واضح اشارہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اپنے نابینا صحابی سے بہت پیار تھا۔ آپ انہیں پانچ وقت مسجد میں دیکھنا چاہتے تھے کہ عبد اللہ ابن ام مکتومؓ ان فوائد سے محروم نہ رہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اجتماعیت سے کٹ کر گھر میں مقید ہو جائیں اور تنہائی محسوس کریں اور اپنی معذوری سے احساس کمتری کا شکار ہو جائیں۔

حضرت عمر فاروقؓ کا دور خلافت انسانی تاریخ کا ایک مثالی دور حکومت ہے۔ اس دور میں جس طرح معذور افراد، بیوہ، یتیم، بے روزگار اور تنگدستوں کی مالی معاونت ہوئی کسی اور دور میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ آپؓ نے اسلامی فوج کے ان تمام سپاہیوں اور افسران کے ماہانہ وظائف مقرر کئے جو مختلف جنگوں میں معذور ہو گئے تھے اور انہیں ملازم بھی فراہم کئے۔ علاج معالجہ اور دیگر سہولیات بھی بہم پہنچاتے رہے۔ اس کے علاوہ عوام الناس میں جو لوگ معذور تھے ان کے لئے بھی بیت المال سے ماہانہ وظائف مقرر کئے۔ آپؓ نے ایک نابینا صحابی سعید بن یربوعؓ سے دریافت کیا کہ آپ مسجد میں نماز باجماعت کیوں نہیں ادا کرتے۔ انہوں نے کہا امیر المومنین میں نابینا ہوں مجھے راستہ دکھائی نہیں دیتا اس لئے مسجد میں نماز باجماعت ادا کرنے سے قاصر ہوں۔ آپؓ نے فوری طور پر نابینا صحابی کو ایک ملازم فراہم کیا جو ہمہ وقت اس کے ساتھ رہتا تھا۔ (۱۳)

حضرت عمرؓ ایک مرتبہ لوگوں کو کھانا کھلا رہے تھے کہ ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اپنے بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا تھا۔ پاس جا کر کہا کہ اپنے داہنے ہاتھ سے کھانا کھاؤ۔ اس نے کہا کہ جنگ موتہ میں میرا دایاں ہاتھ جاتا رہا۔ حضرت عمر کو رقت ہوئی اور اس کے برابر بیٹھ گئے اور کہنے لگے کہ افسوس تمہیں وضوء کون کراتا ہوگا، سر کون دھوتا ہوگا، کپڑے کون پہناتا ہوگا۔ پھر ایک مستقل خادم مقرر کر دیا اور اس کے لیے تمام ضروری چیزیں مہیا کر دیں۔ (۱۴)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا" من سلبت کریمته عوضته منها الجنته (۱۵)

جو شخص دو محبوب چیزوں (آنکھیں، کان، ہاتھ یا پاؤں وغیرہ) سے معذور ہوا اس کا بدلہ اسے جنت کی صورت میں ملے گا۔ یعنی جنت اسے اس کے عمل کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کی معذوری کے معاوضہ کی صورت میں عطا ہوگی۔ ایک اور حدیث مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے عمرو بن جموح کو لنگڑاتے ہوئے جنت میں داخل ہوتے دیکھا۔ (۱۶) ثابت ہوا کہ معذور اہل ایمان کے لئے جنت معذوریت کی تکلیف پر صبر کرنے کا

نتیجہ ہوگی اور نیک اعمال ان کے اضافی انعامات کا سبب بنیں گے۔

حقوق معذوریت کی تحریک کا تاریخی جائزہ:

اسلام نے اپنے آغاز میں ہی عبداللہ ابن ام مکتومؓ ایک نابینا شخص کو اپنے دامن میں شرف بخش کر "حقوق معذوریت" کی تحریک کا اعلان کر دیا۔ قرآن پاک کی سورہ عبس کی ابتدائی آیات اس تحریک کا ایجنڈا تھیں۔ جب رسول اللہ ﷺ نے اسلامی حکومت کی بنیاد رکھی تو اس وقت اس تحریک میں معذور افراد کی ایک قابل ذکر تعداد شامل ہو چکی تھی۔ بانی تحریک حضرت محمد ﷺ نے اپنے معذور ساتھیوں کو معذوری کا احساس تک نہ ہونے دیا اور انہیں تحریکی ذمہ داریاں سونپی۔ اس طرح یہ افراد معذور نہ رہے بلکہ معاشرہ کے بلند مقام پر فائز ہو گئے۔ عہد نبوی ﷺ کے بعد یہ تحریک مزید مضبوط ہوتی چلی گئی۔ حضرت عمرؓ نے معذوریت کی تحریک کو باقاعدہ منظم کر کے معذور افراد کے لئے معذوری الاؤنس مقرر کیا اور سخت قسم کی جسمانی معذوری رکھنے والے افراد کے لئے مستقل ملازم فراہم کیے۔

جو لوگ معاشرے کی تعمیر و ترقی میں حصہ نہیں لے سکتے وہ معاشرے کا حصہ نہیں بن سکتے. معاشرتی زندگی کے فوائد صرف ان لوگوں کو حاصل ہونے چاہیے جو صنعتی ترقی کے لئے مفید اور کارآمد ثابت ہوں۔ یہ سوچ اور فکر یورپ کی سماجی تاریخ کا حصہ تھی۔ برطانوی حکومت کے چند قوانین اس سوچ اور فکر کی عکاسی کرتے ہیں۔

برطانیہ میں دماغی طور پر معذور افراد کو "The poor amendament" Act 1834 کے ذریعے مشقت خانون میں منتقل کر دیا گیا۔ اور 1913ء Mental dificiency Act کے ذریعے ایسے افراد کو پاگل اور ناکارہ قرار دیتے ہوئے پاگل خانوں میں ٹھہرایا گیا اور بعض کو دماغی ہسپتالوں میں داخل کرا دیا گیا۔ اسی طرح 1930ء سے 1940ء کے درمیان معذور افراد کو معاشرہ سے الگ کرنے کی تحریک شروع ہوئی۔ یہ تحاریک اس بات پر منتج ہوئیں کہ جو افراد دماغی یا جسمانی معذوری کے باعث اپنے جسم کی خود دیکھ بھال نہیں کر سکتے انہیں زندہ رہنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ آرین نسل کے جرمن نازیوں نے اپنے ملک سے ذہنی معذور بچوں کا صفایا کر دیا۔ تاہم بیسویں صدی میں یہ سوچ یکسر بدل گئی۔ انگلینڈ پہلا ملک تھا جس نے 1944ء میں معذور افراد کے لئے Disabled Persons Employment Act 1944 پاس کیا۔ 1975ء میں برطانیہ نے معذور افراد کے لئے ماحول کو خاصا سازگار بنایا اور 1976ء میں Mobility allowanc میں اضافہ کیا۔ 1994ء میں Disabled Persons Employment Act 1944 کی پچاس سالہ تقریب منائی گئی۔ برطانوی پارلیمنٹ نے ایک عوامی سروے کے بعد مذکورہ بالا قانون کو منسوخ کر کے Disalility Discrimination Act 1995

متعارف کروا دیا اور اس طرح معذور افراد کے ساتھ امتیازی سلوک کا خاتمہ کر دیا گیا۔

ماضی میں معذوریت کے حوالے سے عرب کی سوچ اور فکر کا زاویہ بھی یورپ سے مختلف نہ تھا بلکہ حقارت کا پہلو عرب کے معاشرہ میں اخلاقی عیب کا مہلک اضافہ تھا۔ خواتین، بچے اور معذور افراد وراثت کے حق سے محروم تھے، اہل ثروت کم تر افراد کے ساتھ میل جول کو پسند نہیں کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے جب دعوت دین کا آغاز کیا تو سرداران قریش کا ایک مطالبہ یہ بھی تھا کہ ہم غریب نادار اور معذور لوگوں کے ساتھ نہیں بیٹھ سکتے۔ اگر آپ ہمیں اپنے موقف سے آگاہ کرنا چاہتے ہیں تو ہمارے لئے علیحدہ نشست کا اہتمام کریں۔ معذور افراد سے متعلق عرب کا یہ رویہ ان کی ذہنی پستی اور گراوٹ کی عکاسی کرتا ہے۔

برصغیر میں معذور افراد کو معاشرے میں ماضی کی طرح آج بھی بوجھ سمجھا جاتا ہے اور انہیں صرف بھیک مانگنے کے قابل قرار دیا جاتا ہے۔ عام تصور ہے کہ معذور افراد خصوصاً نابینا افراد معاشرے میں فعال زندگی نہیں گزار سکتے۔ انہیں صرف خیرات کا مستحق سمجھا جاتا ہے۔ لوگ ہر نابینا فرد کو حافظ جی کہتے ہیں۔ حتیٰ کہ لفظ حافظ جی کا معنی ہی نابینا فرد کے سمجھے جاتے ہیں۔ معذور افراد معاشرے پر بوجھ بنے اپنی زندگی کے دن پورے کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہمارے معاشرے میں تو ذہنی معذور لوگوں کے ساتھ کچھ عقیدت وابستہ کر لی جاتی ہے اور لوگ انہیں اللہ لوک کہہ کر پکارتے ہیں۔

گذشتہ چند دہائیوں سے معذور افراد کے حقوق کے لئے عالمی سطح پر کوششیں ہو رہی ہیں۔ اقوام متحدہ نے پہلی بار 1982ء کو معذور افراد کا عالمی سال قرار دیا اور اس کے نتیجے میں ولڈ پروگرام آف ایکشن برائے معذور افراد ترتیب دیا گیا۔ جس کا بنیادی مقصد معذور افراد کو زندگی کی دوڑ میں شامل کرنا تھا۔ (۱۷)

اقوام متحدہ نے تمام رکن ممالک سے مطالبہ کیا کہ وہ معذور افراد کو زندگی کی دوڑ میں شامل کرنے کی اس عالمی تحریک میں اپنا فعال کردار ادا کریں اور معذور افراد کے حقوق کو انسانی حقوق تسلیم کریں۔ (۱۸)

معذور افراد کے حقوق:

آج کی دنیا معذور افراد کے حقوق کے لئے جو کوششیں کر رہی ہے اس سے کہیں زیادہ اسلام نے چودہ سو سال قبل اخلاقی اور انسانی ہدایات دینے کے ساتھ ساتھ ان کے حقوق کے قانونی تحفظ کا اہتمام کیا ہے۔ لیکن آج اسلام کے مضبوط و مربوط کفالت عامہ کا نظام اس کے ثمرات دنیا کی نگاہ سے اوجھل ہو گئے ہیں۔ اسلام نے کفالت و بحالی، ترقی کے یکساں مواقع اور اجتماعی زندگی میں مکمل شمولیت کا لائحہ عمل احسان کے رہنما اصول کی روشنی میں متعین کیا ہے اور ان سے حسن سلوک معاشرے کا فرض قرار دیا ہے۔

۱۔ حق احسان:

اسلام کا ضابطۂ عمل بے لاگ اور مستحکم ہے۔ تمام انسان معذور و غیر معذور حصول عدل کے حقدار اور ادائے عدل کے پابند ہیں۔ معذوری کی بنا پر غیر امتیازی سلوک اسلامی نظام عدل کے منافی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالإِحْسَانِ وَإِيْتَاءِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ (۱۹)

آیت مذکورہ میں عدل اور احسان کا حکم ایک ساتھ آیا ہے۔ عدل معاشرہ کے ہر فرد کا بنیادی حق ہے لیکن احسان صرف ان لوگوں کا حق ہے جو احسان کے مستحق ہیں اور اس کے مستحق وہ لوگ ہیں جو کسی دماغی یا جسمانی عارضہ کی وجہ سے مفید زندگی گذارنے سے قاصر ہیں۔ معذور افراد کو زندگی کی جملہ سہولیات، خدمات، ضروریات واشیاء فراہم کرنا معاشرہ اور حکومت پر ان کا حق احسان ہے۔ حدیث جبرائیل علیہ السلام میں انہوں نے جب رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ احسان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے جواب میں احسان کو عبادت قرار دیا ہے۔ (۲۰)

معلوم ہوا ہے کہ جیسے عبادت فرض ہے اسی طرح احسان فرض ہے۔ اور یہ عبادت/احسان ایسے کریں کہ جیسے اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔ ان دو چیزوں میں انسان کا اصل امتحان ہے اور انسان کو انہیں معاملات کے نتائج سے دنیا و آخرت میں سابقہ پیش آتا ہے یا آئیگا۔ جس طرح عبادت نہ کرنے کی کوئی سزا دنیا میں نہیں رکھی گئی اسی طرح دوسرے کے ساتھ حسن سلوک کی بھی کوئی سزا مقرر نہیں ہے۔ لہٰذا احسان ایک اخلاقی فرض ہے جس کی ادائیگی دین و دنیا کی بھلائی ہے۔

۲۔ حق سرپرستی:

وہ افراد جو دماغی یا جسمانی معذوری کی وجہ سے اپنے اموال اور جائیداد کی حفاظت نہیں کر سکتے شریعت نے انہیں حق دیا ہے کہ کوئی دوسرا شخص ان کے مفادات کی دیکھ بھال کرے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيَامًا وَارْزُقُوهُمْ فِيهَا وَاكْسُوهُمْ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا (۲۱)

اور تم نادان لوگوں کو اموال مت دو جو کہ تمھارے لئے قیام زندگی ہے اس مال میں سے ان کو کھلاؤ، پہناؤ اور ان سے اچھی گفتگو کرو۔

قرآن کا اسلوب عام ہے لیکن احکام کے باب میں حکم صرف ان افراد کے ساتھ خاص ہوتا ہے جن سے کسی فریضہ کی ادائیگی مطلوب ہوتی ہے۔ آیت مذکورہ میں دماغی طور پر معذور افراد کو مال نہ دینے کا حکم صرف ان

لوگوں کو دیا جا رہا ہے جو ان کے سر پرست ہیں۔ اس آیت کی رو سے معذور افراد کو حق سر پرستی حاصل ہے۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے آیت مبارکہ میں سر پرست کو اس بات کا پابند ٹھہرایا ہے کہ زیر دست معذور افراد کو کھانا، لباس اور دیگر ضروریات زندگی ان کے مال میں سے فراہم کریں اور ان سے شائستہ گفتگو کریں۔

۳۔ حق ملکیت و وراثت:

معذور افراد کو اسلام نے ملکیت کے ساتھ وراثت کا بھی حق دار ٹھہرایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا (۲۲)

"آبا ؤ اجداد کے ترکہ میں سے حصہ پانے والے ورثاء کو قرآن کریم نے رجال اور نساء کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے۔ رجال اور نساء جنس کے اعتبار سے عام ہیں۔ اس میں معذور مرد اور معذور عورتیں بھی شامل ہیں۔

۴۔ حق کفالت:

معذور افراد دماغی یا جسمانی معذوری کی وجہ سے معاشی کاروباری فرائض سر انجام نہیں دے سکتے۔ اس لئے معاشرہ اور نظم حکومت پر ان کا یہ حق ہے کہ ان کو بنیادی ضروریات مثلاً روٹی، کپڑا، مکان بلا معاوضہ فراہم کیا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَّيْسَ عَلَى الْأَعْمَىٰ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ وَلَا عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ أَن تَأْكُلُوا مِن بُيُوتِكُمْ ۔۔۔ (۲۳)

"اندھے اور لنگڑے پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ وہ تمھارے گھروں میں سے بلا اجازت کھائیں"

سید ابو الاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ معذور آدمی کا پورے معاشرے پر حق ہے کہ معاشرہ انہیں غذا اور خوراک مہیا کرے۔ معذور آدمی اپنی بھوک رفع کرنے کے لیے ہر گھر اور ہر جگہ سے کھا سکتا ہے۔ اس کی معذوری سارے معاشرے پر اس کا حق قائم کر دیتی ہے۔ اس لیے جہاں سے بھی اسکو کھانے کے ملے جائز ہے۔ (۲۴) اللہ تعالیٰ نے سورہ الذاریات میں اس حق کو اس طرح بیان کیا ہے:

﴿وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ﴾ (۲۵)

۵۔ سیاسی حق:

اسلام معذور افراد کو ملکی تعمیر و ترقی اور نظم ریاست میں اپنا کردار ادا کرنے کا مکمل حق دیتا ہے۔ ریاست

مدینہ کی تعمیر و ترقی اور نظم حکومت میں معذور صحابہ کرامؓ کا موثر کردار ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ ابن ام مکتومؓ، آنکھوں سے معذور صحابی کو متعدد بار اپنی عدم موجودگی میں اپنی نیابت کے فرائض سونپے۔اسی طرح میدان جہاد میں معذوری کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے ان کو اسلامی فوج کا علم اٹھانے کی اہم ذمہ داری بھی سونپی۔(۲۶)

منصب قضاۃ ایک اہم ذمہ داری ہے جو یقیناً ان افراد کو سونپی جاسکتی ہے جو تقوی اور پرہیز گاری میں ممتاز اور علم دینی میں اہم مقام رکھتے ہوں۔رسول اللہ ﷺ نے اس اہم منصب پر اپنے معذور صحابی حضرت سعد بن معاذؓ جو کہ جنگ کے باعث اپنے دونوں بازوں سے معذور ہو گئے تھے، کو فائز کر کے امت کے لیے سنگ میل قائم کر دیا ہے۔(۲۷) اگر کوئی شخص اپنے جسمانی عذر کے باوجود اپنے آپ کو اہل ثابت کرے تو اس کو کوئی بھی اہم ذمہ داری دی جاسکتی ہے۔

۶۔ معاشی حق:

اسلام نے معذور افراد کو معاشی اور کاروباری حق دیا ہے کہ وہ کاروبار اور سرمایہ کاری کریں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهِ بَعْضَكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ (۲۸)

مردوں کے لیے جو کچھ وہ کمائیں ان کی آمدنی ہے اور عورتوں کے لئے جو کچھ کمائیں وہ ان کے لئے آمدن ہے۔

قانون اسلامی کے تناظر میں "اکتساب" کا لفظ کاروبار سرمایہ کاری اور آمدن کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اکتساب مرد اور عورت کا حق ہے۔رجال اور نساء کے الفاظ جنس کی شمولیت کے اعتبار سے عام ہیں۔جس کے دائرۂ کار میں معذور افراد بھی شامل ہیں۔

۷۔ حق قانون سازی:

قانون ساز اداروں میں طبقہ اور علاقہ کی نمائندگی اس لئے ہوتی ہے کہ وہ اپنے لوگوں کے مسائل کو بخوبی جانتے ہیں۔اقلیت کے لوگ ہی اقلیت کے مسائل کو سمجھتے ہیں اور اسی طرح خواتین کا معاملہ ہے علی ھذا القیاس۔مسائل کی بناء پر ہی قانون تشکیل پاتا ہے، لہذا قانون سازی میں معذور افراد کی شمولیت ضروری ہے اور ان کا بحیثیت عوام یہ ان کا حق ہے کہ ان کو نمائندگی دی جائے۔کیونکہ غیر معذور افراد معذوری کی تکلیف محسوس

نہیں کر سکتے۔ کیونکہ وہ جانتے ہی نہیں کہ معذوری کیا ہے۔ معذور افراد کے لیے قانون سازی کے ان حقوق کو تمام سیاسی جماعتوں کو اپنے منشور اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں تسلیم کرنا چاہیے اور انہیں قومی سیاست کے دھارے میں شامل کرنا چاہیے۔

۸۔ حق تعلیم:

کسی بھی قوم کی تعمیر وترقی میں اولین کردار تعلیم کا ہوتا ہے۔ تعلیم معذور افراد کی معذوریت ختم تو نہیں کر سکتی البتہ کم ضرور کرتی ہے۔ ان میں صلاحیت موجود ہوتی ہے تعلیم وتربیت اور اچھے ادارے ان صلاحیتوں کو اجاگر کرتے ہیں اور اس طرح معذور افراد مفید اور کارآمد شہری بن کر معاشرے کی تعمیر وترقی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ تعلیم ہر انسان کا بنیادی حق ہے لیکن معذوری کی صورت میں یہ حق فائق ہو جاتا ہے۔ بحیثیت مجموعی ہماری یہ ذمہ داری ہے کہ ہم معذورر افراد کو ان کے اس حق سے محروم نہ کریں اور معذوری کو حصول تعلیم میں رکاوٹ نہ بننے دیں۔ ان کے ساتھ غیر امتیازی سلوک نہ برتا جائے جیسا کہ 2008ء میں ایک معذور مگر ہونہار طالبعلم کو کِنگ ایڈوَرڈ میڈیکل کالج میں باوجود میرٹ پر آنے کے داخلہ نہ دیا گیا۔(۲۹) یہ حقیقت ہے کہ پاکستان کے نظام تعلیم میں داخل ہونے کے لیے معذور افراد کو دو بڑی رکاوٹوں کا سامنا ہے۔

1۔ ہمارا نظام تعلیم معذور افراد کے لئے مکمل نا قابل رسائی ہے۔ ان کی ضرورت کے مناسب حال کلاس رومز اور لیکچر ہال نہیں ہیں۔

سماعت اور بصارت سے محروم افراد کے لئے مناسب حال واش رومز اور ویل چیئرز استعمال کرنے والوں کے لئے مناسب فٹ پاتھ نہیں ہیں۔

2۔ نظام تعلیم میں داخلہ کے لئے دوسری بڑی رکاوٹ ان کے ساتھ غیر امتیازی سلوک ہے۔ اس لئے اعلیٰ تعلیمی اداروں میں معذور افراد تعلیم حاصل کرتے ہوئے کم دکھائی دیتے ہیں۔ اگر کسی طرح انہیں داخلہ میسر ہو جائے تو اساتذہ کرام ان کی صلاحیتوں کا صحیح اندازہ نہیں کر پاتے۔ اس عدم توجہی کی وجہ سے وہ احساس محرومی کا شکار ہو جاتے ہیں۔

۹۔ حق ضیافت:

اسلام نے کفالت عامہ کا جو نظام متعارف کروایا ہے اس میں معاشی طور پر محروم افراد کی کفالت اور بحالی کے لیے بنیادی ذمہ داری حکومت اور معاشرہ کی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص چاہتا ہے کہ اس کے رزق اور عمر میں برکت دی جائے تو اسے چاہیے کہ وہ صلہ رحمی کرے۔ من سره ان يبسط عليه رزقه أوينساء له فى اثره

فلیصل رحمہ۔(۳۰)

معذور افراد کے سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات ہمارے لیے مشعل راہ ہیں۔ آپ ﷺ نے مہمان نوازی کی تاکید فرمائی ہے بالخصوص معذور افراد کی ضیافت، خدمت کو باعث شرف وعزت اور رزق میں کشادگی کا سبب ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ابغونی فی ضعفاء کم فانکم ترزقون وتنصرون بضعفاء کم.(۳۱)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم کو جو مدد ہوتی ہے یا روزی ملتی ہے وہ غریب کمزور لوگوں کی وجہ سے ہے۔

۱۰۔حق جہاد:

اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ نے معذور افراد کے لئے فریضہ جہاد کے لیے کوئی متبادل عمل بیان نہیں کیا۔ جیسا کہ دیگر اعمال کے متبادل اعمال بیان کے گئے ہیں۔ مثلاً خواتین کے لیے جہاد کا متبادل عمل حج اور عمرہ، وضو کا متبادل تیمّم اور صدقہ وخیرات کا متبادل عمل تسبیحات ہے تاکہ جو لوگ اصل عمل نہیں کر سکتے وہ اس کا متبادل عمل کر کے اصل عمل کا اجر وثواب حاصل کر سکیں۔ درج ذیل احادیث مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ نے معذور افراد کے حق جہاد کو تسلیم کرتے ہوئے امت کے لیے قابل تقلید عمل کی بنیاد رکھی ہے۔

۱۔ حضرت زید بن ثابتؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں لا یستوی القاعدون اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے اور گھر میں بیٹھ رہنے والے مومن برابر نہیں ہیں لکھوائی۔ اتنے میں حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ آگئے اس وقت آپ مجھے یہ آیت لکھوا رہے تھے۔ حضرت عبداللہؓ جو کہ نابینا تھے نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! اگر میں طاقت رکھتا تو ضرور جہاد کرتا۔ تب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اکرم ﷺ پر یہ الفاظ نازل فرمائے غیر اولی الضرر یعنی بغیر شرعی عذر کے گھر بیٹھنے والے جہاد کرنے والوں کے برابر نہیں۔(۳۲)

۲۔ حضرت یعلی بن منیہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک غزوہ پر چلنے کا اعلان کیا، میں بہت بوڑھا ہو چکا تھا اور جہاد کے سفر میں کوئی خدمت کرنے والا نہ تھا۔ میں نے اجرت پر چلنے والا ایک شخص تلاش کیا اور اجرت یہ ٹھہرائی کہ اپنا حصہ مال غنیمت کا اسے دوں گا۔ جب لشکر کی روانگی کا وقت آیا وہ شخص آیا تو وہ کہنے لگا میں نہیں جانتا میرا حصہ کیا ہوگا؟ آپ میر لیے کوئی چیز مقرر کر دیں جانے مال غنیمت ملے نہ ملے میں نے اس کے لیے تین دینار مقرر کر دیئے۔ جب جنگ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی اور میں نے اپنے حصے کا مال غنیمت لے لیا تو میں نے ارادہ کیا کہ اپنا حصہ اس شخص کو دے دوں۔ لیکن مجھے وہ تین دینار طے ہونا یاد آگیا۔ پھر میں نے رسول اللہ ﷺ

کے پاس حاضر ہو کر اس بات کا تذکرہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اس آدمی کے لیے دنیا و آخرت میں سوائے ان تین دینار کے جس کو اس نے مقرر کیا تھا اور کچھ نہیں پاتا۔ (۳۳)

۳۔ حضرت عکرمہ جو عبداللہ بن عباسؓ کے آزاد کردہ غلام تھے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرو بن الجموحؓ انصار کے ایک بزرگ تھے جو لنگڑے ہو گئے تھے۔ جب نبی ﷺ بدر کی طرف گئے تو انہوں نے بیٹوں سے کہا مجھے لے جاؤ تو نبی ﷺ کے سامنے ان کے لنگڑا ہونے اور ان کی حالت کا ذکر کیا گیا ہے آپ ﷺ نے انہیں رک جانے کی اجازت دے دی ہے۔ جب جنگ احد کا رن پڑا پھر بیٹوں سے کہا مجھے لے جاؤ انہوں نے کہا آپ کو اللہ کے رسول ﷺ نے اجازت دے رکھی ہے تو کہنے لگے تم نے بدر میں مجھے جنت سے روکے رکھا اور اب احد میں بھی مجھے جنت سے روک رہے ہو، یہ کہہ کر نکل پڑے، جب معرکہ گرم ہوا تو یہ اللہ کے رسول ﷺ سے کہنے لگے بتاؤ! اگر میں آج شہید ہو جاؤں تو اپنے اس لنگڑے پن سے جنت میں چلا جاؤں گا؟ فرمایا ہاں۔ تو کہنے لگے اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے میں آج اس لنگڑا پن سے جنت کو روند ڈالوں گا۔ ان شاء اللہ۔ پھر اپنے ساتھ آنے والے اپنے غلام حضرت سلیمؓ سے کہنے لگے تو اپنے گھر چلا جاوہ آگے سے کہنے لگے آج آپ کے ساتھ میں بھی خیر (شہادت) پالوں تو اس میں کیا حرج کیا ہے؟ تو کہنے لگے پھر آگے بڑھ۔ وہ آگے آیا، لڑا، حتی کہ شہید ہو گیا پھر یہ خود آگے ہو کر (بڑی بہادری سے) لڑے۔ حتی کہ شہید ہو گئے۔ (۳۴)

۴۔ حضرت امیر معاویہؓ کے دور میں ایک لشکر قسطنطنیہ پر حملہ کے لیے روانہ کیا گیا۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ کو اس لشکر کی روانگی کی اطلاع ہوئی تو اسی برس کی عمر کے باوجود اس مہم میں شرکت فرمائی دوران سفر ایسے بیمار ہوئے کہ جان بر نہ ہو سکے۔ موت کے وقت یہ وصیت کی کہ میری لاش سرزمین عدو میں جہاں تک لے جا سکو لے جا کر دفن کرنا، امیر لشکر نے ان کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے قسطنطنیہ فصیل کے ساتھ رات کی تاریکی میں ان کے جسد خاکی کو دفن کیا۔ (۳۵)

۵۔ حضرت ابو راشدؒ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت مقداد بن اسودؓ کو حمص میں دیکھا کہ ہڈی اتر گئی ہے۔ پھر ہودج میں سوار ہو کر جہاد کو جا رہے ہیں۔ میں نے کہا: شریعت آپ کو معذور سمجھتی ہے پھر آپ یہ تکلیف کیوں اٹھا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا سنو! سورہ البعوث یعنی سورہ توبہ ہمارے سامنے اتری ہے جس میں حکم ہے ہلکے بھاری سب جہاد کرو۔ (۳۶)

۶۔ حضرت زہری بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعید بن مسیبؒ ایک معرکہ میں نکلے اور حال یہ تھا کہ ان کی ایک آنکھ کی بینائی ختم ہو چکی تھی انہیں کہا گیا کہ آپ تو بیمار ہیں (لہذا آپ پر جہاد فرض نہیں) تو کہنے لگے۔ اللہ کی پناہ! ہر

ہلکے اور بوجھل پر جہاد فرض ہے۔ پس اگر میرے لیے لڑائی کرنا ممکن نہ رہا تو میں مجاہدین کے سامان کی حفاظت کروں گا۔ اور ان کی تعداد میں اضافے کا باعث بنوں گا۔ (۳۷)

۷۔ حضرت حبان بن زید کہتے ہیں کہ ہم صفوان بن عمرو والی حمص کے ساتھ جراجمہ کی جانب جہاد کے لیے چلے۔ میں نے دمشق میں ایک عمر رسیدہ بزرگ کو دیکھا کہ حملہ والوں کے ساتھ اپنے اونٹ پر سوار ہو کر وہ بھی آ رہے ہیں۔ ان کی بھویں ان کی آنکھوں پر پڑ رہی ہیں۔ میں نے پاس جا کر کہا محترم آپ تو اب اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی معذور ہیں یہ سن کر آپ نے آنکھوں پر سے بھویں ہٹائیں اور فرمایا سنو! اللہ تعالیٰ نے ہلکے یا بھاری ہونے کی دونوں صورتوں میں ہم سے جہاد میں نکلنے کی طلب کی ہے۔ (۳۸)

۱۱۔ حق خود اعتمادی:

اسلام نے اپنے پیروکاروں کو اپنی عملی زندگی میں اس ضابطہ اخلاق کو اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ جس کا ایک اصول قرآن کریم کی سورۃ الحجرات میں بیان ہوا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّن نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ وَمَن لَّمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾۔ (۳۹)

یہ آیت وسیع المعنی اور اسلام کے ضابطہ اخلاق کی اساس ہے۔ لہٰذا یہ معذور افراد کا حق ہے کہ انہیں عزت واحترام (Due Respect) دیا جائے اور ان کو باوقار انداز سے لکھا اور پکارا جائے۔ اس ضمن میں مندرجہ ذیل امور کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے:

ا۔ طعنہ زنی اور اچھے بھلے نام کو بگاڑ کر بولنا ہمارے معاشرے کی عام اخلاقی برائی اور بری عادت ہے۔ کسی شخص کو جسمانی عذر کا نام لے کر پکارنا مثلاً لنگڑا، لولہا وغیرہ کہنا انتہائی برا اور قبیح فعل ہے۔ ایسی بات جس سے کسی کی دل آزاری ہو اس کی سختی سے ممانعت ہے۔ قرآن کریم نے معذور افراد کے لیے جو تعبیرات استعمال کی ہیں ان سے کسی جسمانی عذر کا اظہار نہیں ہوتا۔ قرآن کریم نے ''أعمیٰ'' اور ''أعرج'' کا لفظ صرف اس صورت میں استعمال کیا ہے جب معذور افراد کے ساتھ لوگوں کے ایک خاص قسم کے رویہ کی نشاندہی کرنا مقصود تھا۔ ایسے الفاظ اور کلمات جن سے محتاجی اور قابل رحم وترس اور حقارت ونفرت کا اظہار ہوتا ہے وہ استعمال نہیں کرنے چاہئیں۔ مثلاً اپاہج، مفلوج، بیچارہ وغیرہ۔ اگر کوئی شخص بیساکھی یا ویل چیئر استعمال کرتا ہے تو اسے ''بیساکھی یا ویل چیئر والا'' نہیں کہنا چاہیے۔ بلکہ اسے نام سے پکارنا چاہیے۔ اگر نام معلوم نہیں ہے تو کہا جا سکتا ہے ''وہ صاحب جو بیساکھی / ویل چیئر

استعمال کرتے ہیں''۔

۲۔ معذور افراد کی مدد کے لیے آگے بڑھنا چاہیے مگر مدد کرنے سے پہلے یہ ضرور پوچھنا چاہیے کہ کیا میں آپ کی مدد کر سکتا ہوں۔

۳۔ ویل چیئر پر ہاتھ یا پاؤں نہیں رکھنا چاہیے کیونکہ ویل چیئر معذور شخص کے جسم کا حصہ ہے۔

۴۔ جو شخص ہاتھوں سے محروم ہو، اس سے ملاقات کے لیے ہاتھ نہ ملائیں۔ معذور شخص کے کندھے پر ہاتھ رکھیے یا پھر معانقہ کیجئے۔

۵۔ ملاقات کے وقت ایسے الفاظ استعمال نہیں کرنا چاہیے جو معذور شخص کے عذر سے متعلق ہوں۔ مثلاً بصارت سے محروم شخص سے یہ کہنا ہے کہ اچھا بعد میں دیکھیں گے، مناسب نہیں ہے۔

۶۔ پوشیدہ معذوریت کا خیال رکھتے ہوئے پسند ناپسند ضرور پوچھی جائے مثلاً کیا آپ چائے میں شوگر لیں گے۔

۷۔ قوت گویائی اور سماعت سے محروم شخص سے یہ پوچھنا نہ بھولیے کہ کیا آپ تحریر یا اشارات کی زبان پسند کریں گے۔

۸۔ قوت گویائی سے محروم لوگ صرف اشارات کی زبان پسند کرتے ہیں۔ اشارات کے وقت باتیں مت کریں اور کسی دوسرے شخص سے کبھی مخاطب نہیں ہونا چاہیے۔

۹۔ قوت سماعت سے محروم شخص کے ساتھ بلند آواز سے چیخ چیخ کر بات نہ کی جائے۔ بلکہ کان کے قریب پست اور باوقار انداز سے گفتگو کی جائے۔

۱۰۔ مترجم کی موجودگی میں مترجم سے نہیں بلکہ سماعت اور گویائی سے محروم شخص سے ہی مخاطبت ہونا چاہیے۔

۱۱۔ بصارت سے محروم افراد سے ملتے وقت اپنا اور اپنے ساتھ موجود افراد کا تعارف ضرور کروانا چاہیے۔

۱۲۔ ہاتھ ملانے سے پہلے یہ ضرور کہنا چاہیے کہ ''کیا میں ہاتھ ملا سکتا ہوں'' تاکہ وہ شخص جان سکے کہ وہ ہاتھ ملانا چاہتا ہے یا ان کا ہاتھ پکڑ کر ہاتھ ملائیں اور السلام علیکم کہنا چاہیے۔

۱۳۔ اگر بصارت سے محروم شخص کو بیٹھنے کی پیش کش کرتے ہیں اس کا ہاتھ نشست پر یا کرسی پر رکھنا چاہیے۔

۱۴۔ بصارت سے محروم شخص سے اگر کوئی اکیلا گفتگو کر رہا ہے تو خاموشی سے گفتگو ختم کر کے نہ چلا جائے بلکہ بات ختم کرنے کا واضح اشارہ دیا جائے۔

۱۵۔ جو شخص بولنے میں دقت محسوس کرتا ہے، پوری توجہ سے اس کی بات سنی جائے۔ دوران گفتگو صبر و تحمل سے

کام لیا جائے، کسی بھی جملے کی تصحیح یا جملہ مکمل نہ کیا جائے اور اسے احساس لکنت نہ ہونے دیا جائے۔ اگر ممکن ہو تو ایسے سوالات کیے جائیں جن کا جواب مختصر یا ہاں/نہیں سے ادا ہو سکتا ہو۔

۱۶۔ اگر بات سمجھنے میں دقت محسوس ہو تو سمجھنے کے لیے بات مکمل نہ دہرائی جائے بلکہ گفتگو کا صرف وہی حصہ دہرایا جائے جو سمجھ نہیں آیا۔

۱۷۔ معذور افراد کی اسامیوں کی تشہیر کے لیے ضروریات اور سہولیات کی تفصیل ضرور دی جائے۔

۱۸۔ معذور افراد سے انٹرویوز لیتے وقت اپنے پیش نظر عام افراد سے انٹرویوز کا تصور رکھا جائے۔

میں اپنے مقالہ کو رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث مبارکہ پر ختم کرتا ہوں:

عن أبی هریر ة رضی الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ المؤ من القو ی خیر و أحبّ الی الله من المؤ من الضعیف و فی کل خیر ۔(۴۰)

ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا طاقتور مومن کمزور مومن سے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے اور ہر ایک میں بھلائی موجود ہے۔

علمائے حدیث نے حدیث کی شرح لغوی اعتبار سے کی ہے کہ جسمانی طور پر طاقتور مومن جسمانی طور پر کمزور مومن سے بہتر ہے۔ کیا ہم جسمانی طاقت کے اعتبار سے صحابہ کرامؓ، اور اولیائے کرام ؒ کے مراتب و فضلیت کا تعین کر سکتے ہیں؟ بالکل نہیں۔ طاقتور اور کمزور مومن کا تصور ایمان سیرت اور کردار سے ہے۔ جو شخص ایمان، سیرت و کردار میں جس قدر پختہ ہوگا اللہ تعالیٰ کے ہاں اسکا اتنا ہی بڑا رتبہ ہوگا۔ اگر کوئی شخص کسی معذوری کی وجہ سے جسمانی طور پر کمزور ہے مگر ایمان، عمل، عقیدہ، سیرت و کردار میں پختہ ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوب اور بہتر ہے۔ لہٰذا انسانوں میں کمی بیشی سے جو حقوق و واجبات لازم آتے ہیں اگر وہ ادا کر دیئے جائیں تو معاشرہ میں کوئی بھی انسان معذور نہ رہے۔ سلیم الاعضاء اور دماغی طور پر تندرست لوگ بھی اگر ہمت و حوصلہ ہار دیں تو معذور بن جاتے ہیں۔ معذوری کا سب سے اہم سبب معذور افراد سے متعلق ہمارا سماجی رویہ ہے۔ اسلام عملی کاوش کا خواہاں ہے اور مدد کے لئے آگے بڑھنے اور حقوق کی ادائیگی کا مطالبہ کرتا ہے۔

حوالہ جات وحواشی

1۔ UK Diability Discrimination Act, Nov 1995. Defination clause

(۲) النساء 95/4۔

3۔ WWW.um.org/on/rights/index.shtonl

(۴) التوبہ 91/9

(۵) النساء 98/4۔

(۶) التوبہ 60/9۔

(۷) احمد بن حنبل، مسند امام احمد، رقم الحدیث، 23489، تحقیق الارنووط، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1999۔

(۸) البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، رقم الحدیث، 801 ص 115۔مکتبہ دارالسلام، الریاض۔

(۹) الحجرات 11/49۔

(۱۰) عبس 1/80۔

(۱۱) الجامع الصحیح البخاری۔ کتاب الجہاد، رقم الحدیث 2839، ص 470۔

(۱۲) ابن عساکر، ابوالقاسم علی بن حسن، تاریخ مدینہ دمشق، دارالفکر للطباعۃ، بیروت، 77/77۔

(۱۳) شبلی نعمانی، الفاروق، مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور، ص 322۔

(۱۴) ایضاً۔

(۱۵) سلیمان بن احمد بن ایوب، المعجم الکبیر، (تحقیق حمد بن بن عبدالمجید السّلفی)، مکتبہ العلوم والحکم الموصل، 1980۔ ص 2260۔

(۱۶) البیہقی، ابوبکر احمد بن الحسین، السنن الکبریٰ، الطبعہ الاولیٰ، مطبعہ مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن، ھند۔ 24/9۔

17۔ World Programme of Action Concering Disabled Persons, 1982, UN. Document. Chp.3

18۔ EBID

(۱۹) النحل، 90/16۔

(۲۰) ابوداؤد، سلمان بن اشعث، السنن، رقم الحدیث، 4695، دارالسلام لاہور۔

(۲۱) النساء 5/4۔

(۲۲) النساء 7/4 ۔

(۲۳) النور 61/24۔

(۲۴) مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، 2000ء، 425/3۔

(۲۵) الذاریات 19/51۔

(۲۶) مبارکپوری، صفی الرحمٰن، الرحیق المختوم، مکتبہ سلفیہ، 1993ء، ص 401۔

(۲۷) مبارکپوری، صفی الرحمٰن، الرحیق المختوم، ص513۔

(۲۸) النساء 32/4۔

(۲۹) نوائے وقت، روزنامہ، 30 نومبر 2008ء کالم اعجاز احمد خان

(۳۰) الحمیدی، محمد بن فتوح، الجمع بین الصحیحین البخاری والمسلم، دار النشر ردار ابن حزم، 2002، ص 1847۔

(۳۱) حاکم، امام، المستدرک علی الصحیحین، دار المعرفۃ بیروت، 1986، رقم الحدیث 2509، 943/3۔

(۳۲) ایضا، رقم الحدیث 2832۔

(۳۳) ابوداؤ، السنن، کتاب الجہاد، رقم لحدیث 2527۔

(۳۴) السنن الکبریٰ، 24/9۔

(۳۵) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، دار صادر بیروت، 1985، 484/3۔

(۳۶) الطبری، ابو جعفر محمد بن جریر، جا مع البیان عن تاویل آی القرآن، مکتبہ مصطفیٰ البابی الحلبی، بمصر، 1968، 140/10۔

(۳۷) ایضاً۔

(۳۸) ایضاً 138/10۔

(۳۹) الحجرات، 11/49 ۔

(۴۰) مسلم، محمد بن الحجاج القشیری، الجامع الصحیح المسلم، کتاب القدر، دار السلام

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وإنك لعلى خلق عظيم
١٣٣٠